مصطفیٰ
نبوتِ مصطفیٰ ﷺ ہر آن ہر لحظہ
سید الانبیاء ﷺ کے پیدائشی نبی ہونے پر ایک بے مثال تحقیق
پروفیسر محمد عرفان قادری
ناشر
فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
Butt

پروفیسر محمد عرفان قادری

ناشر

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور
الطبع الاوّل: رمضان 1431ھ/اگست 2010ء
قیمت : روپے

Farid Book Stall
Phone No:092-42-7312173-7123435
Fax No.092-42-7224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور
فون نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۳۱۲۱۷۳-۷۱۲۳۴۳۵
فیکس نمبر ۰۹۲-۴۲-۷۲۲۴۸۹۹
ای میل : info@faridbookstall.com
ویب سائٹ : www.faridbookstall.com

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال صحابہ کرام نے پوچھا جن کے سامنے یا ان سے پہلے زمانہ ماضی میں امام الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس برس کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔ لہٰذا جب بھی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کا سوال پوچھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کب بنایا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کب سے نبی ہیں تو اس استفسار سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان نفوسِ قدسیہ کا نظریہ بھی یہی تھا کہ نبی بننا کچھ اور ہے اظہار یا اعلان نبوت کرنا کچھ اور۔

☆ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے، صحابہ کرام کے اس عقیدہ و نظریہ پر مہرِ تصدیق ثبت فرما دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی عمرِ مقدس کی چالیس مہکتی ہوئی بہاریں گزار کے نبی نہیں بنے بلکہ یہ منصب اور اعزاز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت سے حاصل ہے جب ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے تن بدن میں جان نہیں آئی تھی۔

☆ مذکورہ بالا الفاظ سے جواب ارشاد فرما کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی قدامت کا جو عرصہ تھا یہاں بیان فرما دیا ہے جو کہ سوال کرنے کے وقت سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام میں نفخ روح سے بھی پہلے کے زمانے پر محیط تھا۔ نیز یہ جواب ارشاد فرماتے ہوئے آپ نے سوال پوچھنے کے وقت سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے سے پہلے کے زمانہ میں سے ایک سال بلکہ ایک ماہ نہیں نہیں بلکہ ایک لمحہ کا بھی استثناء نہیں فرمایا اور اسے زمانہ نبوت سے خارج نہیں فرمایا تو پھر مولوی صاحب کو کس نے یہ حق دیا ہے کہ وہ اس میں سے تقریباً چالیس سال کے طویل عرصہ کو خارج کر دیں۔ اس کے باوجود اگر مولوی صاحب زمانہ قبل از اعلان نبوت کو اس

حدیث شریف کے عموم سے خارج یا مستثنیٰ قرار دینے پر مصر ہیں تو پھر ہمارا مطالبہ ہے کہ وہ کوئی ایک صحیح، صریح، مرفوع حدیث پیش کریں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از ولادت تا اعلان نبوت نبی نہیں تھے۔

☆ جب یہ امر اتنا صریح تھا کہ چالیس سال کی عمر مبارک کے بعد نبوت ملتی ہے تو صحابہ کرام یہ سوال نہ کرتے اور اگر انھوں نے کسی مصلحت کے تحت سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ہرگز یہ ارشاد نہیں فرمایا:

۱: تمام انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر کے بعد نبی بنایا جاتا ہے لہٰذا میں بھی اس وقت ہی نبی بنایا گیا ہوں۔

(یا)

۲: میں چالیس سال کی عمر تک پہنچنے سے پہلے نبی بالقوۃ تھا اور چالیس سال کے بعد بالفعل نبی بنایا گیا۔

(یا)

۳: میں محض عالم ارواح میں نبی تھا پھر اللہ تعالیٰ نے یہ وصف عظیم مجھ سے واپس لے لیا اور پھر اپنی عادت کریمہ کے تحت مجھے دوبارہ عالم اجساد میں چالیس برس کی عمر میں نبی بنایا۔

لہٰذا بجائے اس کہ کہ ہم "قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَنَا مَاهِيَ" کی گردان دہرائیں اور منطقی بحثوں میں پڑیں ہمارے لیے عافیت اسی میں ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک کو ترجیح دیتے ہوئے یہ تعبیر تسلیم کرلیں کہ آپ کی عالم ارواح والی نبوت دائم و مستمر تھی۔

قارئین محتشم! اب آیئے اس حدیث مبارکہ کے ضمن میں پیش کی جانے والی چند تاویلات کا جائزہ لیں۔

پہلی تاویل: اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم الٰہی میں نبی تھے اور ان کو مستقبل میں نبی بنایا جائے گا۔

جواب: یہ تاویل درج ذیل متعدد وجوہ کی بنا پر باطل ہے:

اولاً اگر حدیث مذکورہ کا یہ معنی لیا جائے کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے نبوتِ محمدی کا ثبوت محض علم الٰہی میں تھا، خارج میں نہ تھا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی کیونکہ صرف نبی کریم کا نبی ہونا ہی اللہ تعالیٰ کے علم میں نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا اللہ تعالیٰ کے علمِ شریف اور تقدیر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم یا تقدیر اس وقت کے ساتھ خاص نہیں ہے جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل سے ہے۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ حدیث بیان فرمانا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خارج میں بھی نبی ہوں۔

ثانیاً: سائلین نے ہرگز آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال نہیں کیا تھا کہ علمِ الٰہی میں آپ کا نبی ہونا کب سے تھا اور نہ ہی یہ بات پوچھنے کی کوئی ضرورت تھی کیونکہ کائنات کی ہر چیز تخلیق کائنات سے پہلے بھی علمِ الٰہی میں تھی لہٰذا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سوال کرنے کا مقصد یہ تھا کہ خلقتِ محمدی تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی لیکن شرف نبوت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کب ہمکنار کیا گیا۔ جس کا جواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دے رہے ہیں کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ثالثاً: اس حدیث کو حقیقت پر محمول کرنے سے کون سا محال لازم آتا ہے کہ ہم حقیقی معنی سے عدول کر کے مجازی معنی مراد لیں۔ اگر کوئی کہے کہ انبیاء علیہم السلام کو نبوت چالیس سال کی عمر میں عطا کی جاتی ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ

السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کے بچپن میں نبوت عطا کی گئی تھی جیسا کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں۔ نیز ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس اصول سے مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے وقوع پر یہی حدیث اور پچھلے صفحات پر بیان کی گئی دو آیات شاھد عادل ہیں۔ مزید دلائل اگلے صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

رابعاً: بلکہ اس حدیث مبارک کو مستقبل کے معنی میں سمجھنے سے محال لازم آتا ہے، جیسا کہ اس کے الفاظ ہیں ''جب آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اور فریقِ مخالف کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال بعد نبی بنایا گیا تو اس وقت تو حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان نہ تھے۔ لہٰذا لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس حدیث میں ''وٗ'' حالیہ ہے یعنی کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام اس حال میں تھے کہ آپ کا روح مبارک آپ کے جسدِ اطہر میں داخل نہیں ہوا تھا۔

خامساً: اب ہم اس حدیث کے مفہوم اور اپنے موقف کو مزید واضح کرنے کے لیے متعدد اکابر علماء اور دیگر مسالک کے محققین کی تحقیقات پیش کرتے ہیں:

1: امام ابوبکر احمد بن حسین آجری (المتوفی: ۳۶۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

انَّ نبیَّنـا مُحمَّدًا صَلَّی اللہ علیہ وسلم لَمْ یَزَلْ نَبِیًّا مِنْ قَبْلِ خلْق ادم یتقلَّبُ فِیْ اصْلَابِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَبْنَاءِ الْاَنْبِیَاءِ بِالنِّکَاحِ الصَّحِیْحِ حَتّٰی اَخْرجهُ اللہُ عَزَّوجلَّ مِنْ بَطْنِ اُمِّهٖ۔

بے شک ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل سے ہمیشہ سے نبی رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور ان کے ابناء کے اصلاب میں نکاح صحیح کے ساتھ منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے بطن اطہر سے ظاہر فرمایا۔ (الشریعہ، ص: ۳۸۴)

o: علامہ جلال الدین سیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں:

o: شیخ تقی الدین سبکی نے اپنی کتاب (التعظیم والمنۃ) میں لتومنن بہ ولتنصرنہ کی تقریر میں لکھا ہے:

''اور اس سے آپ کے اس فرمان کی بھی وضاحت ہوگئی۔ ''کنت نبیا و آدم بین الروح و الجسد'' اور جس شخص نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا کہ آپ علمِ الٰہی میں نبی تھے یعنی آپ مستقبل میں نبی ہوں گے۔ اس کی اس معنی تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو جمیع انبیاء کو محیط ہے، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت نبوت سے موصوف کرنا اس مفہوم کو چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اس وقت میں ثابت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ اقدس کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا ''محمد رسول اللہ'' لہٰذا ضروری ہے کہ اس حدیث کا یہ معنی ہو کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت متحقق تھی اور اگر اس سے مراد فقط علم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مستقبل میں نبی ہوں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہے گی کہ ''میں اس وقت نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت کو اس وقت اور اس سے پہلے جانتا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خصوصیت کو ثابت اور متحقق مانا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خصوصیت سے آگاہ فرمایا تاکہ امت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے، پھر انہیں اس معرفت کے ذریعے خیر حاصل ہو۔''

۴: الخصائص الکبری، ج: ۱، ص: ۴، از امام السیوطی (المتوفی: ۹۱۱ھ)

۳: المواهب اللدنیه، ج: ۱، ص: ۳۱، (مختصراً)، از علامه احمد بن محمد قسطلانی (المتوفی: ۹۱۱ھ)

۴: سبل الهدی، ج: ۱، ص: ۸۱، (مختصراً)، از علامه محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ)

۵: نسیم الریاض، ج: ۱، ص: ۳۷۹، از علامه احمد شهاب الدین خفاجی (المتوفی: ۱۰۲۹ھ)

۶: المورد الروی، ص: ۲۲، (مختصراً)، از علامه علی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ)

۷: شیخ عبدالحق محدث دہلوی (المتوفی: ۱۰۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں بالفعل نبی تھے نہ کہ فقط علم الٰہی میں''۔

(مدارج النبوۃ، ج: ۲، ص: ۳۳)

۸: امام ابن رجب حنبلی (المتوفی: ۷۹۵ھ) تحریر فرماتے ہیں:

بلْ قدْیُستدلُّ بهذا الْحَدیثِ علی انّهٗ صلی اللّٰه علیه وسلم وُلدَ نبیًا۔

''بلکہ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی پیدا ہوئے۔'' (لطائف المعارف، ص: ۱۶۳)

۹: علامہ محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

ویُستدلُّ بخبَرِ الشَّعْبِیْ وَغیْرہ ممّا تقدَّم فی الْباب السّابق علٰی انّهٗ وُلدنبیًا۔

مفہوم بہ مطابق حدیث سابق۔ (سبل الهدی، ج: ۲، ص: ۸۳)

۱۰: علامہ محمد یوسف شامی (المتوفی: ۹۴۲ھ) مزید لکھتے ہیں:

فتحملُ هذه الرِّوایة مع حَدیْث العِرْباض السّابق علی وُجُوب نُبُوّته صلی اللّٰه علیه وسلم ونبوّتها و ظُهُورها فی الْخارج۔

ترجمہ: اس روایت کو حدیث عرباض کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور خارج میں اس کے ثبوت اور ظہور پر محمول کیا جائے گا۔ (سبل الهدی، ج: ۱، ص: ۷۹)

۱۱: علامہ علی قاری (المتوفی: ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں:

اَیْ وَجَبَتْ لِیَ النُّبُوَّةُ وَالْحَالُ اَنَّ اٰدَمَ یَعْنِی وَاَنَّهٗ مَطْرُوْحٌ عَلَی الْاَرْضِ صُوْرَةً بِلَا رُوْحٍ وَالْمَعْنٰی اَنَّهٗ قَبْلَ تَعَلُّقِ رُوْحِهٖ۔

ترجمہ: یعنی اس حال میں میرے لیے نبوت واجب ہوگئی جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسم بغیر روح کے زمین پر رکھا ہوا تھا اور اِس کا معنی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی روح کا تعلق ابھی ان کے جسم کے ساتھ نہیں ہوا تھا۔ (مرقات، ج: ۱۰، ص: ۳۸)

۱۲: علامہ عبدالوہاب شعرانی (التوفی: ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

اگر تم یہ سوال کرو کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو بھی اس وقت نبوت دی گئی، جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے...... اس کا جواب یہ ہے کہ ہم تک یہ حدیث نہیں پہنچی کہ کسی اور کو اس وقت نبوت عطا کی گئی، دیگر انبیاء علیہم السلام اپنے ایام رسالت محسوسہ میں نبی بنائے گئے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا، میں اس وقت نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی میں تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں نہیں فرمایا، میں اس وقت انسان تھا یا موجود تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصیت سے نبوت کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے نبوت دی گئی کیونکہ نبوت اس وقت متحقق ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر کی ہوئی شریعت کی معرفت ہو جائے۔

(الیواقیت والجواہر، حصہ: ۲، ص: ۱۸)

۱۳: امام ابوشکور سالمی فرماتے ہیں:

لِاَنَّ النَّبِیَّ کَانَ نَبِیًّا قَبْلَ الْبُلُوْغِ وَقَبْلَ الْوَحْیِ کَمَا اَنَّهٗ نَبِیٌّ بَعْدَ الْوَحْیِ وَبَعْدَ الْبُلُوْغِ

کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلوغت اور وحی سے پہلے بھی نبی تھے جس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعد از وحی اور بلوغت نبی تھے۔ (تمهيد، ص: ٦)

١٤۔ شیخ مصطفیٰ بن سلیمان بالی زادہ الحنفی (المتوفی ١٠٦٩ھ) لکھتے ہیں۔

(فكان نبيا و آدم بين الماء والطين) فنبوته ازلى ونبوة غيره من الانبياء عليهم السلام حادثة" فهم نبيون حين البعثة۔ (شرح فصوص الحکم، ص ٣١١)

(آپ نبی تھے جب کہ آدم علیہ السلام آب و گل میں جلوہ گر تھے) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ازلی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دیگر انبیاء علیہم السلام کی نبوت حادث ہے کہ وہ بعثت کے وقت سے نبی ہیں۔

قارئین محتشم! جن انبیاء علیہم السلام کی نبوت حادث ہے وہ تو بعثت کے وقت سے نبی ہوں اور ازلی نبوت سے متصف اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی بعثت کے وقت سے ہوں تو پھر ازلی و حادث نبوت میں فرق کیا رہا۔ لہٰذا اس عبارت سے دوپہر کے سورج کی طرح یہ بات عیاں ہوئی کہ دیگر انبیاء تو بعثت کے وقت سے نبی ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت یعنی اعلان نبوت سے پہلے بھی نبی تھے۔ نیز یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ بعثت سے مراد اعلان نبوت لیا جاتا ہے۔

١٥۔ امام احمد رضا خان (المتوفی ١٣٤٠ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"علامہ شمس الدین ابن الجوزی اپنے رسالہ "میلاد" میں ناقل حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جناب مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمایا۔" اے ابوالحسن! بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم رب العالمین کے رسول ہیں اور پیغمبروں کے خاتم اور روشن رو اور روشن دست و پا والوں کے پیشوا، تمام انبیاء و مرسلین کے سردار نبی ہوئے، جب کہ آدم آب و گل میں تھے۔" (تجلی الیقین، ص: ٨٧)